علامہ اقبال اور بلوچی ادب

نادر قمرانی

بخود خزیدہ و محکم چو کوھساران زی
چوحنس مزی کہ ہوا تند و شعلہ بیباک است

ایک انوکھی آواز ابھری اس کی گونج کوہ و صحرا میں پھیل گئی۔ اس میں تلخی، درشتگی اور شیرینی بھی تھی۔ پارس نے اسے مزدک سمجھا اور ہند نے اسے کالی داس کہا۔ مگر یہ جلال الدین رومی کی روح تھی جو آدم گم گشتہ کی تلاش میں اقبال کے روپ میں نمودار ہوئی اور:

حرف بااھل زمین زندانہ گفت
حور و جنّت را بت و بتخانہ گفت

شاعر نے اسے شاعرانہ نکتہ سنجی کہا۔ اللہ والوں نے اسے تصوف کا نام دیا۔ اور فقیہہ شہر چیں بہ جبیں ہوئے۔

واعظ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں

ہر شخص نے اپنے ظرف اور بساط کے مطابق علامہ اقبال کو سمجھا اور پہچانا اور اسی اندازے کے مطابق ان سے اثر لیا۔ کسی نے انہیں قومی شاعر سمجھا۔ کسی نے بین الاقوامی شاعر کہا۔ ایک بات سب کی سمجھ میں مشترک تھی۔ وہ یہ کہ اقبال کے کلام میں حرکت ہے "عمل" گرمی رفتار اور خودی کا شعلہ ہے جو آدمی کی شخصیت کو روشن کر دیتا ہے۔

اقبال فلسفہ خودی کے پیام بر اور پان اسلام ازم کے داعی ہیں۔ اسلامی اتحاد کے علمبردار ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر

اس اتحاد کی خاطر اقبال کبھی عالم عرب کو بیدار کرتا ہے ، کبھی عجم کو پکارتا ہے ، کبھی ترک اور افغان کو ان کا منصب یاد دلاتا ہے۔ اور کبھی ہندی مسلمان کو اس کی عظمت رفتہ سے روشناس کراتا ہے ۔ اور جب بلوچستان پہنچتا ہے تو بڈھے بلوچ کا روپ دھار کر بلوچوں کو خواب خرگوش سے جگاتا ہے ۔

ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارہ
اس دشت سے بہتر ہے نہ دلی نہ بخارا

علامہ اقبال نے برصغیر میں اسلامیان ہند کے لئے ایک الگ مملکت کے قیام کی تجویز پیش کی ۔ تاکہ مسلمان قرآن و سنت کے مطابق اپنی جداگانہ اور آزاد سر زمین پر زندگی بسر کر سکیں ، اقبال کا یہ پر سوز مطالبہ مسلمانوں کے دل میں اثر کر گیا ۔ انھوں نے اس تجویز کو دل سے قبول کیا ۔ شدید جد و جہد اور بے پناہ قربانیوں کے بعد آزادی حاصل کی ۔

علامہ اقبال کی آواز پر لبیک کہنے کا مطلب یہ تھا کہ قوم نے ان کے مافی الضمیر کو پا لیا تھا ۔ شاعروں ، ادیبوں اور دانشوروں نے ان کے فلسفے کو سمجھ لیا تھا ۔ ان کے پیغام کو قبول کرکے عوام تک پہنچانے کا بیڑا اٹھا لیا تھا ۔ علامہ اقبال کے کلام کے تراجم دنیا کی اکثر زبانوں میں کئے جا چکے ہیں ۔ ملک کے اندر بھی علاقائی زبانوں کے شعرا اور قلم کاروں نے اس سلسلے میں اہم کام کیا ہے اور مسلسل کام کر رہے ہیں کیونکہ اقبال زمانے کا تسلسل ہیں اور ان پر ہمیشہ کام ہوتا رہے گا ۔

بلوچی زبان میں اقبال پر جو کام ہوا ہے ۔ وہ کئی لحاظ سے تاریخی اور ادبی اہمیت کا حامل ہے ۔ اس کے ایک سرسری جائزے کے لئے بھی ایک دفتر درکار ہے ۔ اس مختصر مضمون میں بس اتنی ہی گنجائش ہے کہ اقبال کے کلام کے تراجم اور ان کے کلام کے اثرات کی طرف اشارے کئے جا سکیں ۔

بلوچی کی جدید شاعری پر اقبال کی چھاپ واضح طور پر نظر آتی ہے موجودہ دور کے بلوچی شعرا کے سرخیل اور ملک الشعرا میر گل خان نصیر

کی شاعری کے بعض پہلو پیش کئے جا سکتے ہیں جن میں علامہ کی فکر اور انداز بیان کے اثرات نمایاں ہیں ۔ میر گل خان کے شعروں کے پہلے مجموعے کا نام "گلبانگ" ہے جو یقیناً "بانگ درا" کے زیر اثر اس نام سے موسوم کیا گیا ہے ۔ میر گل خان نصیر نے علامہ کے کلام کے تراجم بھی کئے ۔ اور تصانیف بھی لکھی ہیں ۔ ہم یہاں فکری اثرات کے چند نمونے پیش کرتے ہیں ۔ اقبال نے کہتا ہے :

گر تو میخواہی مسلماں زیستن   نیست ممکن جز بقرآں زیستن

اور میر گل خان کہتا ہے ۔

توچی کسے مسلماں نبیستئے   صاحب ایمان و قرآن لستیئے
گرہن روگشتن مفا گردن بچن   تو نہی ءِ زیر فرمان بیتئے
سجدگہ کپتی پرنگءِ درگہءَ   لا اللہ ءِ تو نگہبان نبیتئے
مومن و کفرءِ گلامی چون بیت   تو گلام بیتئے مسلمان نہ بیتئے

میر گل خان نصیر کے ان بلوچی اشعار کا مطلب کچھ یوں ہے "اگر تم صاحب ایمان و قرآن نہیں ہو تو سب کچھ ہو سکتے ہو مگر مسلمان نہیں ہو سکتے ۔ تمہاری مسلمانی اس وقت تک مکمل نہیں جب تک کہ تم ہر طرح سے رسول خدا صلعم کی پیروی نہیں کرو گے ۔ اگر میں غلط کہتا ہوں تو بے شک گردن زدنی ہوں تم جو فرنگ کے در پر سجدہ ریز ہو ۔ تو لا اللہ کی نگہبان کے لائق کیسے ٹھہرائے جا سکتے ہو ۔ مومن اور پھر کافر کی غلامی یہ نا ممکن ہے ۔ اگر تم نے غلامی قبول کی تو تم مسلمان نہیں ہو ۔"

اقبال کہتا ہے :

جعفر از بنگال و صادق از دکن   ننگِ آدم ، ننگِ دیں ، ننگ وطن !

اس موضوع پر میر گل خان نصیر کے بلوچی اشعار ملاحظہ ہوں ۔

اے وتی قوم ِعزت و ننگءَ   اے وتی ملک و تاج واورنگءَ
گرتہ سودا گون واجہ افرنگءَ   است گدارے جعفرے رنگءَ
اے وتی قوم و دین و ایمانءَ   گرتہ سودا بہ لنکھے نانءَ

ترجمہ : یعنی جس نے قوم کی عزت و ناموس وطن کی آزادی اور اقتدار کو انگریزوں کے ہاتھ بیچ ڈالا ، وہ جعفر جیسا غدار ہی ہو سکتا

ہے - جس نے قوم ، وطن ، دین اور ایمان کو ایک لقمہ نان کی خاطر فروخت کر دیا -

فلسفہ خودی کے بارے میں اقبال کہتا ہے :

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سنجرو طغرل سے کم شکوہ فقیر

اور یہی موضوع میر گل خان نصیر کے ہاں کچھ اس طرح ہے -

وت بوشتت وتی پا دانی سرا وت واجہ بیئے کارانی وتی
تقدیر گئی دستئت مگر ، پرواہ پہ طلا وسیم سکن

ترجمہ : خود پہ بھروسہ کرو - اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ ، تم حکمران ہو - تمہاری تقدیر تمہارے ہاتھوں میں ہے مال و زر کی پروا مت کرو -

اقبال کہتا ہے :

ع شمشیر و سناں اول ، طاؤس و رباب آخر

گل خان نصیر نے اسی بات کو اس طرح کہا ہے :

اشتگن سگارا ، زرتگن چنگ و رباب
داتگن ماتی دیاءَ بستگن زہرین تناب

اقبال کہتا ہے :

ع ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

گل خان نصیر کے الفاظ میں یہی موضوع اس طرح ہے -

وت شمے دستءَ انت مردان بخت و تقدیرے مہار
وخت ہمیشدت اڑز گفت آزاتیءَ مردان توار

ترجمہ : مسلمانوں نے شمشیر آبدار کو رکھ کر چنگ و رباب کو سنبھالا - اس لئے زنجیروں میں جکڑے گئے -

اے مرد مومن تمہاری تقدیر تمہارے ہاتھوں میں ہے اٹھو اور آزادی کا نعرہ لگاؤ -

میر گل خان نصیر قوم کے جوانوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں :

قدم قدم روان بیت دلیرو پہلوان بیت
گر آسمان شمے سرا پرشت پر غضب بیت
پہ نام و ننگ آدمی سران وتی دیان بیت

ترجمہ : بڑھے چلو بڑھے چلو ، دلیر اور پہلوان بنو - اگر تم پر آسمان ٹوٹے تو تم اور بھی غضبناک ہو جاؤ - اپنی جان قربان کرکے انسانیت کی لاج رکھو -

علامہ کے ہاں دل کو ایک خاص مقام حاصل ہے کہتے ہیں :

دل کی آزادی شہنشاہی ! شکم سامان موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے ، دل یا شکم ؟

دل کے بارے میں علامہ اقبال نے بہت کچھ کہا ہے بلوچی کے کہنہ شاعر ، ادیب اور صوفی جناب پیر محمد زبیرانی کے اشعار بھی سنیئے -

نہ ہنچوں ہوں ترنپے انت اے دل
مذن ملکے ءَ شہرے انت اے دل
دریاب انت ہما پایان نئیے نی
سمندر موج و بحرے انت اے دل
دل آہا انت کہ کلیت صد جہان
کہ ہوں ہا رو ہورے انت اے دل
دل آ ہمرا کن مان شف تہارا
کہ روکین شو چراگے انت اے دل

ترجمہ : یہ دل محض خون کا ایک قطرہ نہیں ، بلکہ ایک لا محدود دنیا ہے ، موج در موج ایک طوفان ہے ، یہ دل اندھیری راتوں میں ایک مشعل ہے

فلسفہ خودی کے بارے میں پیر محمد زبیرانی کچھ یوں کہتے ہیں :

کان کس ءِ خودی ءَ گپت محکم
جہاں ءَ مان دوئیں ءَ بیت بے گم
مرد کانی خودی انت زندگانی
چہ کا ہوش ءَ خودی ءِ درچک بے گم

یعنی : جس نے اپنی خودی پہچان لی ، وہ دونوں جہانوں میں ممتاز

ہو گیا ۔ خودی سے موت کو شکست دی جا سکتی ہے ۔ خودی کا چمن خزاں سے نا آشنا ہے ۔

اقبال کی نظر میں عشق کا بڑی ایک خاص مقام ہے ۔

عشق دم جبرئیل ، عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول ، عشق خدا کا کلام!
عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات
عشق سے نور حیات ، عشق سے نار حیات
یا
کبھی مولا علیؓ خیبر شکن عشق !

پیر محمد زبیرانی کے ہاں عشق ملاحظہ ہو ۔

عشق زندن ، عشق بودن عشق نامن خالقءِ
عشق قرآن ، عشق ایمان عشق دین من آدمءِ
عشق رحمت عشق برکت عشق حجے اکبرے
عشق بازوئے علی ئن عشق ساہن عاشقءِ

ترجمہ : عشق اصل حیات ہے ۔ عشق ہستی ہے ، عشق خالق کا نام ہے عشق قرآن ہے ، عشق ایمان ہے ، عشق دین ہے ، عشق ہر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے ، عشق رحمت و برکت ہے ، عشق حج اکبر ہے ، عشق بازوئے حیدر ہے ، خیبر شکنی ہے ، عشق مشتاق کی زندگی ہے ۔

پیر محمد زبیرانی نے جہاں اقبال کے فکر کو اپنایا ہے وہاں انہوں نے اقبال کے کلام کا ترجمہ بھی کیا ہے ۔

نوجوان شعرا میں عطا شاد نے بلوچی شاعری کو جدید رنگ سے آشنا کیا ۔ عطا شاد اپنا ایک نیا لہجہ لے کر بلوچی شاعری میں داخل ہوا ہے جس کی انفرادیت بلوچی اور اردو دونوں میں نمایاں ہے ۔ عطا کی فکر میں جو بے خوفی اور کہستالوں کی گونجتی آواز ہے اس میں اقبال کا فیضان بھی شامل ہے ۔

ع کہساروں کی عطا ریت نہیں خاموشی

عطا نے اقبال کے اشعار کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے اور ان پر تضمینیں بھی لکھی ہیں ۔ عطا نے اقبال کے اسلوب کا اثر بھی لیا ہے ۔

چنانچہ عطا نے بلوچی بحور میں اپنی نظموں کے مطالب کے لحاظ

سے دل پذیر رد و بدل بھی کی ہے اور ایک نئے اسلوب کی طرف نوجوان شاعر کو مائل کیا ہے۔

عطا کی ایک معروف بلوچی آزاد نظم کا ترجمہ ملاحظہ ہو

عالم نزع میں یعنی پھٹی آنکھوں کی خاموشی بھی ایک زبان ہے۔ مگر اسے دیکھنے کے لئے جداگانہ بصیرت چاہیے اور اسے سننے کے لیے الگ سماعت درکار ہے۔ عالم ہست و بود کا عظیم رستا خیز آنے والی نسلوں کے لئے نزع کا عالم ہے۔

بینائی کے باوجود آنکھیں بے نور ہیں
قوت سماعت موجود ہے مگر سننے سے محروم ہیں
روح موجود ہے مگر زندگی مفقود ہے

عطا شاد کے ان اشعار کو سن کر بے اختیار اقبال کا یہ شعر یاد آ جاتا ہے۔

دگرگوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی
دل ہر ذرہ میں نموغائے رستا خیز ہے ساقی

مرحوم آزاد جمالدینی ایک بلند پایہ شاعر اور ادیب تھے۔ انہوں نے مرتے دم تک بلوچی ادب کی خدمت کی۔ اس خدمت میں تمام مال و دولت لٹا دی اور متاع جان بھی نثار کر دی۔ آزاد کی ایک بلوچی نظم کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

افسردہ شمع پھر سے درخشاں کریں گے ہم
ہر قلب ہر نظر کو فروزاں کریں گے ہم
بخشیں گے ہم عروس وطن کو جمال نو
مشاطگئی زلف پریشاں کریں گے ہم
ہر کہنہ رسم جس سے ہے بیمار ذہن قوم
اسکو رہین آتش سوزاں کریں گے ہم
ہر نقش جہل و ظلم و شقاوت مٹائیں گے
اپنے وطن کو رشک گلستاں کریں گے ہم

یہ عہد یہ عزم ، لہجہ کی یہ توانائی اقبال کی یاد دلاتی ہے۔

سید ظہور شاہ ہاشمی مرحوم بلوچی کے مایہ ناز شاعر ، ادیب اور

نقاد تھے ۔ ان کے کلام میں بھی اقبال کا اسلوب اور فکری اثر نمایاں ہے مرحوم ہاشمی کے چند بلوچی اشعار ملاحظہ ہوں ۔

من گون بے ساری ء سوبے برتنگ
ترسن ایشنت کہ ہدا ساز کئے

ترجمہ : میں نے عالم مدہوشی میں سب کچھ پا لیا خوف دامن گیر ہے کہ دوبارہ ہوش میں نہ آؤں ۔

ماہرنگ ءِ سوگا ات در دورنج سگا نشی
کہ چشین گلگ نہ کنان شات پہ گل ءِ نام ءَ

ترجمہ : یہ رنج و الم محبوب کا تحفہ ہے ۔ ہم بخوشی برداشت کریں گے مسرتوں پر کبھی کوئی شکوہ کر سکتا ہے ۔

ایک اور شاعر احمد زہیر کا تذکرہ بھی ضروری ہے جیسے کہ شعرِ مولانا روم جسے علامہ اقبال نے تضمیناً استعمال کیا ہے :

ہر بنائے کہنہ کا بادال کنند   اول آں بنیاد را ویراں کنند

عسوچت د پتران کہنیانا نوکیں قصہ بیارت
دگر نوکیں سرے ہانو ارگین پا گواجہ بیارت
دگر نوکین زمین آزمانے نوکین دنیائے
دگر استارے نوکین روشنین روچ و شعبے بیارت

ترجمہ : پرانے دفتر و دیوان کو آگ لگا دو ۔ اک نئی داستان کی بنا ڈالو ۔ نئی دنیا میں نئے فرمانرواؤں کی ضرورت ہے ۔ نئی دنیا کی زمین بھی نئی آسمان بھی نیا ہو ۔ نئے اور روشن ستارے ہوں ۔ نئے روز و شب ہوں اسی طرح مراد ساحر کہتے ہیں ۔

در نوکین دربگیچ ات ہار ہبر ءَ لگندان
بہبت دم پہ دم گون برکءَ من آوت سرانگندان

ترجمہ : مجھے اس رہنما کی تلاش ہے جو نئی راہوں پر لے چلے جو موت سے بھی آنکھیں دو چار کر سکے

مراد ساحر آگے چل کر کہتا ہے :

بنا کن ہنچوئیں من آپے تا تو انہیں دل جہانء سورچ
کہیں ء ظلم ء صیاد ء گون باگ د بوستان ء سوج
کئی بیم ء ترا اے زند گانی ء کنگ در گور
چہ وت سرے را اے بے رحمین زمین و آسمانء سوچ

یعنی : ایک آپے رسا ہو جو فرسودہ دنیا کو جلا ڈالے ۔ صیاد کے ظلم سے رہائی کے لئے گلشن میں آگ لگا دے ۔ خوف سے کیوں زندہ در گور ہو ۔ جان کی پروا نہ کر اس بے رحم آسمان اور زمین کو جلا ڈال ۔

مراد ساحر کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو ۔ جو اقبال کے اس شعر کے ہم معنی ہے ۔

خودی کے نگہباں کو ہے زہر ناب
وہ نان جس سے جاتی رہے اس کی آب

ساحر : بکن پھرنیں بہ اے رزقء کہ بارت انت ننگ و ناموسء
بسیند ء گلامی ء اے چرپین چنڈے نان ء سوچ

بلوچی ادب کا ایک اور نمایاں نام غوث بخش صابر کا ہے ۔ انہوں نے علامہ کی کئی غزلوں کا ترجمہ حسن و خوبی سے کیا ہے ۔ صابر نے علامہ سے فکری اثر بھی لیا ہے ۔

اقبال کہتا ہے :

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ساحر کہتا ہے :

قد ستک دست و بازو مومنانی سست و مگمراہیں
پہ چوریں دژمن ء چو آس و نیت و انگرو بیران

بلوچی زبان کے اکثر و بیشتر شعرا نے اقبال کے اسلوب اور رنگ کو اپنایا ہے اور فکری طور پر ان سے اثر لیا ہے ۔ بلوچی میں اقبال کے رنگ میں بے شمار ترانے لکھے گئے ہیں ۔ وطن دوستی ، اسلامی اتحاد اخوت و مساوات اور شاہین کے موضوعات پر کثرت سے نظمیں لکھی گئی ہیں ۔

اقبال پر کام کرنے والوں میں بزرگ اور بلند پایہ ادیب میر مٹھا خان مری کا نام سر فہرست ہے ۔ میر صاحب نے "درگال اقبال" کے عنوان سے

علامہ اقبال کی زندگی اور شاعری پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے ۔ یہ کتاب بلوچی ادب میں فکر و نظر کے لحاظ سے ایک اضافہ ہے سوانح نگاری اور ناقدانہ پیرائے کا اچھا نمونہ ہے ۔

ملک محمد رمضان منجھے ہوئے صحافی ، شاعر ، ادیب اور قلمکار ہیں علامہ اقبال کے فکر و اسلوب کو اپنانے کے علاوہ انہوں نے بال جبریل کا منظوم بلوچی ترجمہ بھی کیا ہے ۔ یہ کام بڑا کٹھن تھا ، مگر انہوں نے اس دشوار منزل کو بہ آسانی طے کر لیا ۔

مرحوم محمد حسین عنقا بلوچستان کے پہلے نامور صحافی ، بلوچی زبان کے اعلیٰ پایہ کے شاعر اور قلمکار تھے ۔ بلکہ سیاستدانوں کے بھی میر کارواں تھے ۔ انہوں نے بھی علامہ اقبال کے اسلوب اور فکر کے اثرات کو قبول کیا ہے ۔

نواب یوسف علی خان عزیز مگسی نے بلوچستان میں سامراج کے خلاف پہلی بار سیاسی جدو جہد کا آغاز کیا کیونکہ ان سے پہلے بلوچستان میں انگریزوں کے خلاف صرف مسلح جدوجہد ہی سے کام لیا تھا ۔ مرحوم یوسف علی خان کو مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال کا قرب بھی حاصل تھا ۔ مرحوم نے اپنی اردو شاعری میں اقبال کے رنگ اور اسلوب کو اپنایا ہے ۔

بلوچی کے موجودہ شعرا جن ، میں کریم دشتی ، ملک طوق ، صدیق آزاد ، قاضی عبدالرحیم صابر ، مولانا خیر محمد ندوی ، احمد جگر ، غنی پرواز ، بشیر بیدار وغیرہ کسی نہ کسی طرح سے اقبال کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں ۔

بات کا سلسلہ طویل ہوتا جاتا ہے ۔ بات ہی کچھ ایسی دلچسپ ہے کہ مختصراً بیان کرنا ممکن نہیں ۔ یہ چند نمونے جو پیش کئے گئے ”مشتے از خروارے“ ہیں ۔

ہر بڑا شاعر خواہ کسی زبان کا ہو ، دنیا کے تمام شاعروں کو متاثر کرتا ہے ۔ اقبال عظیم شاعر تھے ۔ ان کی فکر ہمہ گیر اور ہمہ جہتی تھی ان کی فکر اور اسلوب کی گرفت سے بلوچی شاعری بھی جگمگا اٹھی ۔ اسی طرح چراغ سے چراغ جلتے ہیں ۔